تحقیق و تنقید

حضرت مولانا عبدالغفار حسن، فیصل آباد

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ اور روایاتِ حدِ رجم

حدِ رجم کے بارے میں ایک مسلک تو یہ ہے کہ شادی شدہ زانی کے لیے رجم ہے اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑے ہیں۔ اس مسلک کی طرف اشارات قرآن مجید میں ملتے ہیں، جن کی تفصیل ایک الگ مستقل مضمون میں بیان کی جائے گی۔ ان شاء اللہ! اور احادیث میں صراحت کے ساتھ حدِ رجم کا بیان موجود ہے۔ تقریباً چالیس صحابہؓ سے رجم کی روایات ملتی ہیں۔ پھر ہر دور میں ان روایات کو نقل کرنے والے کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ نیز اس حد پر خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں عمل ہوا اور محدثین کرام اور فقہاء، مجتہدین سب نے اس پر اتفاق کیا۔ اہل سنت والجماعت کے تمام مسالک اس پر متفق ہیں۔ حتیٰ کہ شیعہ حضرات بھی اس سے اتفاق رکھتے ہیں۔ خوارج اور نظامِ معتزلی کے سوا پوری اُمت کا اس پر تعامل اور اجماع پایا جاتا ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ چونکہ رجم کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اس لیے بدکار مرد اور عورت کو، خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، صرف سو کوڑے لگائے جائیں گے۔ قرآن سے یہی ثابت ہے۔ یہ رائے خوارج اور بعض معتزلہ نے اختیار کی ہے اور اس دور کے منکرین سنت بھی اسی خیال کو زور شور سے پیش کر رہے ہیں۔

تیسرا مکتبِ فکر دوسرے مسلک سے ملتا جلتا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اگر بدکار مرد یا عورت عادی مجرم ہوں یا اُن میں دہشت گردی اور غنڈا پن پایا جاتا ہو، تو اُن کو آیتِ محاربہ کی روشنی میں رجم کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ عادی مجرم نہ ہوں تو پھر کسی زانی کو محض شادی شدہ ہونے کی بنا پر رجم نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ صرف سو کوڑے مارے جائیں گے۔ کیونکہ قرآن میں صرف یہی ایک سزا مذکور ہے۔ یہ رائے مولانا حمید الدین فراہی کے مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات کی ہے۔ یہ بالکل انوکھی رائے ہے اور نیا اجتہاد ہے، جو چودہ سو سال کے بعد منکشف ہوا ہے۔ اس رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ بدکار، عادی مجرم، خواہ شادی شدہ

ہو یا غیر شادی شدہ، اُس کو رجم کیا جائے گا۔ ورنہ سَو کوڑے لگائے جائیں گے۔

زیرِ نظر مضمون میں تیسرے مسلک پر تبصرہ کرنا مقصود ہے ——— "تدبّرِ قرآن" میں اس بارے میں تحریر ہے:

"مجرم دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ جن سے چوری یا قتل یا زنا یا قذف کا جرم صادر ہو جاتا ہے، لیکن اُن کی نوعیت یہ نہیں ہوتی کہ وہ معاشرے کے لیے آفت اور وبال بن جائیں یا حکومت کے لیے لاء اور آرڈر کا مسئلہ پیدا کر دیں۔ دوسرے وہ ہوتے ہیں جو اپنی انفرادی حیثیت میں بھی اور جتھا بنا کر بھی معاشرے اور حکومت دونوں کے لیے آفت اور خطرہ بن جاتے ہیں۔

پہلی قسم کے مجرموں کے لیے قرآن میں معیّن حدود اور قصاص کے احکام ہیں۔ جو اسلامی حکومت انہی شرائط کے مطابق نافذ کرتی ہے، جو شرائط قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ دوسری قسم کے مجرموں کی سرکوبی کے لیے احکام سورۂ مائدہ کی آیات نمبر ۳۳ اور ۳۴ میں دیئے گئے ہیں۔" (صفحہ ۵۰۴۔ جلد ۴)

دوسری جگہ تحریر ہے:

"یہ سزا (حدِ رجم) ہر قسم کے زانیوں کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ اُن زانیوں کے لیے ہے، جو معاشرے کی عزّت و ناموس کے لیے خطرہ بن جائیں۔ عام سزا زنا کی وہی ہے جو سورۂ نور کی زیرِ بحث آیت میں مذکور ہے۔ قطع نظر اس سے کہ مرتکب جرم شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ" ("تدبّرِ قرآن" جلد ۴، ص ۵۰۵)

قرآنِ مجید کی اِن دو آیات:

۱۔ آیتِ محاربہ سورۂ مائدہ،

۲۔ آیتِ سورۂ نور۔

کی مذکورہ بالا تفصیل و تاویل بالکل انوکھا انکشاف ہے۔ عہدِ صحابہؓ سے لے کر آج تک یہ تفسیر کسی کو نہیں سوجھی۔ اس تاویل کی بنیاد زیادہ تر قیاس و گمان پر ہے۔ کتاب و سنت سے کوئی نص صریح نہیں پیش کی گئی ہے، اس بارے میں جو قرائن و شواہد پیش کیے گئے ہیں، اُن کی وضاحت ذیل میں درج کی جاتی ہے:

۱۔ دعوٰی کیا گیا ہے:

"ماعز کی سزائے رجم کے بارے میں جو روایات ملتی ہیں۔ اُن میں نہایت عجیب قسم کا تناقض ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا بھلا مانس تھا۔ اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نہایت بدخصلت گُنڈا تھا۔" (حوالہ مذکور)

مزید تحریر ہے کہ:

"میری رہنمائی کے لیے یہی بات کافی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو رجم کی سزا دلوائی، اس وجہ سے میں اُن روایات کو ترجیح دیتا ہوں جن سے اس کا وہ کردار سامنے آتا ہے، جس کی بناء پر یہ مستحق رجم ٹھہرا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کسی غزوہ کے لیے نکلتے تو یہ پیچھے سے دبک کے بیٹھ رہتا اور مردوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اُٹھا کر شریف بہوؤں بیٹیوں کا تعاقب کرتا۔ بعض روایات سے اس تعاقب کی نوعیت بھی واضح ہوتی ہے کہ جس طرح بکرا بکریوں کا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہ عورتوں کے پیچھے "یَنِبُّ نَبِیبَ التَّیْسِ ..." (حوالہ مذکور)

اس پوری عبارت میں قیاس آرائیوں کی بھرمار ہے۔ اور حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محض قیاس اور گمان کی بنیاد پر طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا ہے، مثلاً کہا گیا ہے کہ:

"آپؐ نے اُس کو بلوا کر نہایت تیکھے انداز میں پوچھ گچھ کی۔" (جلد ۴، صفحہ ۵۰۶)

(الف) واضح رہے کہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو خود بُلوایا تھا۔ بلکہ روایات سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو اُن کی قوم نے اس گناہ کے ارتکاب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دینے پر آمادہ کیا تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

نعیم بن ہزال کہتے ہیں:

"کَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ یَتِیمًا فِی حِجْرِ أَبِی، فَأَصَابَ جَارِیَةً مِّنَ الْحَیِّ، فَقَالَ لَهُ أَبِی، اِئْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ یَسْتَغْفِرُ لَكَ وَإِنَّمَا یُرِیدُ بِذٰلِكَ رَجَاءَ أَنْ یَكُونَ لَهُ مَخْرَجًا الْحَدِیثَ۔"

(ابوداؤد - حدود - جامع الاصول ج ۳ صفحہ ۵۲۵)

(ب) "نہایت تیکھے انداز میں پوچھ گچھ کی"

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے واقعے سے متعلق روایات بار بار پڑھنے سے کوئی تیکھا انداز نہیں معلوم ہوتا بلکہ نہایت مشفقانہ انداز سامنے آتا ہے۔ آپؐ کے ہر سوال سے "رحمۃ اللعالمینؐ" کی شان جھلکتی ہے۔ مثلاً یہ سوال کہ:

"أَبِكَ جُنُونٌ؟" "کیا تو جنون زدہ ہے؟"

جواب میں کہا گیا: "نہیں!" پھر آپؐ نے سوال کیا: "کیا تم شادی شدہ ہو؟" انہوں نے جواب دیا: "جی ہاں!" —— صحیح مسلم میں ہے کہ اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ اِسے رجم کر دیا جائے۔ نیز حدیث کی عبارت صاف بتا رہی ہے کہ آپؐ نے محض اس بناء پر رجم کا حکم دیا تھا کہ ماعز مُحصن (شادی شدہ) تھے۔ یعنی انہوں نے بدکاری کا جرم شادی شدہ ہوتے کے باوجود کیا تھا، ورنہ آپؐ یہ سوال فرماتے "کیا تو عادی مجرم ہے؟" اور "کیا تو "گنڈا" اور "دہشت گرد" ہے؟" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی سوال نہیں کیا، تو ہم خود ظن و تخمین کی بنا پر انہیں "گنڈا" کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ اس واقعہ کی تمام روایات صاف بتلا رہی ہیں کہ رجم کی حد "احصان" کی بنا پر دی گئی تھی۔ یعنی "مناطِ حکم" "احصان" ہے۔ پھر یہ کیسے دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ:

"گنڈا، بدخصلت زانی، خواہ کنوارا ہو یا شادی شدہ، ہر حال میں رجم کیا جائے گا"؟

باقی رہے "يَنِبُّ نَبِيبَ التَّيْسِ" کے الفاظ، تو ان سے کہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد حضرت ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ذات پر حدِ رجم جاری کرنے کی درخواست کرتے رہے۔ بلکہ آپؐ نے عام الفاظ میں فرمایا تھا کہ: "مجھے ایسے افراد پر قدرت حاصل ہوئی، جو عورتوں کا تعاقب کرتے ہیں، تو میں ان کو ایسی سزا دوں گا جس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہو" یہ کلمات آپؐ نے حضرت ماعزؓ پر حدِ رجم جاری کرنے کے بعد فرمائے تھے۔ اگر واقعی اس سے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ ہی مراد تھے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ رجم کی حد جاری کرنے سے قبل اُن کے سامنے فرماتے تاکہ ان کو بھی معلوم ہوتا کہ یہ سزا کس جرم میں دی جا رہی ہے؟ پھر یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوت شدہ افراد کی غیبت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ زندہ افراد کی، ان کی غیر حاضری میں غیبت کرنے سے بھی روکتے تھے۔ اور یہاں آپؐ خود ماعزؓ

کے رجم ہونے کے بعد اُس کی غیبت کر رہے ہیں ۔ آخر یہ کیسے درست ہو سکتا ہے ؟

۲۔ ایک روایت میں ہے کہ " رجم کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اُن کے لیے استغفار کیا اور نہ اُن کو بُرا بھلا کہا " (صحیح مسلم ج ۱۱ ، کتاب الحدود)

لیکن اگر یہ الفاظ " يَنِبُّ نَبِيبَ التَّيْسِ . . . " حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر چسپاں کر دیئے جائیں اور اس طرح ان کا " بد خصلت گنڈا " ہونا ثابت ہو جائے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کے بعد بُرا بھلا کہا ، ظاہر ہے کہ یہ تشریح حدیث کے الفاظ " وَ لَا سَبَّهُ " کے خلاف پڑتی ہے ۔ اور " سَبَّهُ " کے ہم معنی بن جاتی ہے ۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے رجم کی حد جاری کرنے سے قبل یہ سوال کیوں نہ فرمایا :

" هَلْ كُنْتَ تَنِبُّ نَبِيبَ التَّيْسِ وَرَاءَ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ حِيْنَ خَرَجُوْا لِلْغَزْوَةِ . . . . . " بلکہ اس کے برعکس یہ سوال کیا گیا : " هَلْ اَحْصَنْتَ ؟ " یعنی سوال " اِحصان " کا ہے اور سزا " نَبِيبَ التَّيْسِ . . . . " والے جرم کی دی جا رہی ہے ۔ یعنی دہشت پسندی اور گُنڈے پن کی ! یہ صورتِ حال تو اس طرح کی ہوئی کہ جیسے کسی سے دریافت کیا جائے : " هَلْ شَرِبْتَ خَمْرًا ؟ " اور اقرار کی صورت میں " قطع ید " کی سزا دے دی جائے ۔ واضح رہے کہ جس طرح چوری کی سزا " قطع ید " ایک مستقل سزا ہے ۔ اسی طرح آیتِ محاربہ میں جو سزائیں بیان کی گئی ہیں ، وہ ڈکیتی ، غنڈہ گردی اور دہشت پسندی کے لیے ہیں ۔ خواہ زنا کا ارتکاب کیا ہو یا نہ کیا ہو ۔

پھر ایک انتہائی افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ " تدبر قرآن " میں حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو " بد خصلت گنڈا " قرار دیا ہے اور سہ ماہی رسالہ " تدبر " میں " کٹر منافق " کا لقب دیا گیا ہے ۔ (ملاحظہ ہو تدبر نمبر ۳ صفحہ ۳)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشہور منافقین مدینے میں دندناتے پھرتے تھے ۔ لیکن کسی کو بھی محاربہ کی سزا رجم وغیرہ نہ دی گئی ۔ دی گئی تو بیچارے ماعز رضی اللہ عنہ کو ؟ آخر یہ فرق کیوں ؟

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین مدینہ میں موجود تھا ۔ اُس کی ریشہ دوانیاں اور اسلام

دشمن سرگرمیاں کسی سے مخفی نہ تھیں۔ ملاحظہ ہو "تدبرِ قرآن جلد ۳ ص" لیکن اُس پر اور اُس کے بدخصلت گنڈے ساتھیوں پر آیتِ محاربہ کے مطابق سزا کیوں جاری نہیں کی گئی؟

آیتِ محاربہ میں "اَنْ يُّقَتَّلُوْا" سے رجم مراد لیا گیا ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو دوسرے مستقل مضمون میں ہوسکتی ہے۔ مذکورہ بالا تفسیر ایک قسم کا شذوذ ہے۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم اس لیے کیا گیا تھا کہ شادی شدہ ہونے کے باوجود انھوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا نہ کہ اس بنا پر کہ وہ گنڈے یا عادی مجرم تھے۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو "بدخصلت گنڈا" ثابت کرنے کے لیے دوسری دلیل یہ دی گئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

"دوسری روایات میں اس بات کا ذکر بالصراحت ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی مغفرت کے لیے دُعا کی اور نہ اُس کا جنازہ پڑھا۔ جو اس بات کی شہادت ہے کہ اس کو کٹر منافق قرار دیا گیا۔" (سہ ماہی رسالہ "تدبر" شمارہ نمبر ۳ ص۳۰)

"لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ" یہ الفاظ سنن ابی داؤد جلد ۴ ص۵۷۰ کتاب الحدود میں ملتے ہیں۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ دوسری روایات بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہیں۔ ایک روایت میں ہے:

"فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلّٰى عَلَيْهِ ...."

یعنی "حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کرنے کے بعد آپؐ نے ان کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا اور اُن پر نمازِ جنازہ ادا کی۔"

(صحیح بخاری مع فتح الباری جلد ۱۲ ص ۱۲۹ کتاب الحدود)

دوسری روایت میں ہے:

"عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ: (فِيْ قِصَّةِ مَاعِزٍ) فَقَالَ: قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَتُصَلِّيْ عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ، قَالَ: فَصَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ۔"

(مصنف عبدالرزاق جلد ۷، صہ ۳۲۱، فتح الباری جلد ۱۲، ط ۱۳۱)

یعنی "حضرت ابو اُمامہ سے روایت ہے کہ حضرت ماعز کے واقعے میں راوی کا بیان ہے: "کسی نے سوال کیا کہ آپؐ ماعز پر نمازِ جنازہ پڑھیں گے ہم آپؐ نے فرمایا: "نہیں!"۔ لیکن دوسرے دن آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اپنے ساتھی پر نمازِ جنازہ ادا کرو"۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں نے ماعز رضی اللہ عنہ پر نمازِ جنازہ ادا کی۔"

ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ نہیں ادا کی" لیکن صحیح بخاری کی روایت میں ہے: "آپؐ نے ان کا تذکرہ اچھے انداز میں کیا اور ان کی نمازِ جنازہ ادا کی"۔ امام بخاریؒ نے اس روایت کو ترجیح دی ہے مصنف عبدالرزاق اور حدیث کی دوسری کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پہلے دن نہیں ادا کی، لیکن دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں نے نمازِ جنازہ ادا کی۔"

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وحی کے ذریعے آپؐ کو بتا یا گیا کہ ماعز رضی اللہ عنہ کی بخشش ہو گئی ہے اور وہ دعائے مغفرت کے مستحق ہیں۔ اِس لیے آپؐ نے دوسرے دن اس کمی کی تلافی فرمادی۔

لفظ "صَلّٰی عَلَیْہِ ..." کو مزید تقویت حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ملتی ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ جب آپؐ نے غامدیہ کو رجم کرنے کے بعد، اُن کی نمازِ جنازہ ادا کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا:

"تُصَلِّیْ عَلَیْهَا وَقَدْ زَنَتْ!" فَقَالَ: لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِّمَتْ بَیْنَ سَبْعِیْنَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ لَوَسِعَتْهُمْ. وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ؟"

(جامع الاصول ج ۳ صہ ۵۳۳ بحوالہ صحیح مسلم، ابوداؤد، جامع ترمذی)

یعنی "آپؐ اس عورت کی نمازِ جنازہ ادا کرتے ہیں، جس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے؟" جواب میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اس خاتون

نے ایسی توبہ کی ہے کہ اہلِ مدینہ میں سے اگر ستر آدمیوں میں تقسیم کی جائے تو ان کو بھی کافی ہو جائے۔

اور ایسی توبہ سے افضل کیا توبہ ہوگی کہ اس خاتون نے اپنی جان کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا!" (صحیح مسلم مع شرح للنووی جلد ۱۱ ص ۲۰۵)

افسوس ہے کہ اس خاتون کے بارے میں بھی رسالہ "تدبر" میں لکھا گیا ہے کہ:

"روایات کے مطالعے سے بیان کا یہ تناقض ہی سامنے نہیں آتا، یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ آزاد قسم کی عورت تھی جس کا نہ کوئی شوہر تھا، نہ سرپرست جو اس کے کسی معاملے کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے تیار ہوتا۔ وضع حمل کی مدت اس نے ایک انصاری کے ہاں گذاری۔" (ص ۳۵، شمارہ نمبر ۳)

اصل بات یہ ہے کہ محدثین کے اصول کے مطابق دیکھا جائے تو حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہ کے قصہ رجم کی تفصیلات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے بچے کی فطامت[1] کے بعد رجم کا حکم دیا اور دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے وضع حمل کے بعد یہ حکم دیا۔ یہاں اس پہلی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ اس قاعدے کے مطابق کہ "زِيَادَةُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ" یعنی "ثقہ راوی کی طرف سے روایت میں اضافہ معتبر ہوگا!" — اس کی بے شمار مثالیں احادیث میں ملتی ہیں۔

مزید افسوس یہ ہے کہ "تدبر قرآن" میں انداز ایسا اختیار کیا گیا ہے، جس سے ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ یہ غامدیہ خاتون چکلا چلایا کرتی تھیں۔ اصل الفاظ یہ ہیں کہ:

"اس عہد کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بہت سی ڈیرے والیاں ہوتی تھیں، جو پیشہ کراتی تھیں۔ اور ان کی سرپرستی زیادہ تر یہودی کرتے تھے، جو ان کی آمدنی سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد ان لوگوں کا بازار سرد پڑ گیا، لیکن اس قسم کے جرائم پیشہ آسانی سے باز نہیں آتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قماش کے کچھ مرد، اور بعض عورتیں زیر زمین یہ پیشہ کرتے رہے، اور تنبیہ کے باوجود باز نہ آئے، بالآخر جب وہ قانون کی گرفت میں آئے تو سورۂ مائدہ کی اسی آیت کے ماتحت، جس کا حوالہ اوپر گزرا ہے، آپؐ نے ان کو رجم کرایا۔" (تدبر قرآن، جلد ۲ ص ۵۰۶)

اس طرزِ فکر پر افسوس کیے بغیر نہیں رہا جا سکتا، کہ عہدِ جاہلیت کی تاریخ تو

[1] یعنی دودھ چھڑانا

قابلِ اعتماد ہے۔ لیکن صحیح مسلم اور ابوداؤد میں ثقہ راویوں کی بڑی تعداد کے ذریعے جو کردار حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہ کا معلوم ہوتا ہے، وہ ناقابلِ اعتبار ہے ـــــ "كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ــــ"

ــــ کیا وہ خاتون جو اپنے گناہ کا احساس کرتے ہوئے بار بار یہ کہتی ہے کہ:

"يَا رَسُوْلَ اللهِ، طَهِّرْنِيْ!"

"اے اللہ کے رسولؐ، مجھے پاک کر دیجئے!"

جب معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاتون حمل سے ہے تو آپؐ وضعِ حمل تک رجم کی سزا کو ملتوی کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ خاتون وضعِ حمل کے بعد، بغیر کسی دباؤ کے خود بخود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر اپنے اوپر حد جاری کرنے کی درخواست کرتی ہے۔ اور جب دودھ چھڑانے کی مدت تک مہلت دی جاتی ہے، تو جیسے ہی بچہ روٹی کھانے کے قابل ہو جاتا ہے تو وہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دے کر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کرتی ہے کہ "اب یہ بچہ میرے دودھ کا محتاج نہیں رہا ہے۔ اس لیے مجھے پاک کر دیا جائے۔ اور سیاہ کاری کا جو داغ مجھ پر لگ گیا ہے اسے حد جاری کرکے دھو دیا جائے"

ــــ یعنی اس خاتون کا مطلب یہ تھا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب کے مقابلے میں ہلکی ہے اسے برداشت کیا جا سکتا ہے، لیکن آخرت کا عذاب برداشت نہیں ہو سکتا کیا ایسی پاکباز خاتون کو، آزاد اور ڈیرے والیوں اور زیرِ زمین پیشہ کرانے والیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ اس سے بڑھ کر ایک نیک خاتون صحابیہؓ کی توہین کیا ہو سکتی ہے! پھر کمال یہ ہے کہ اس عورت کو آزاد قرار دینے کی بنیاد سراسر قیاس آرائی، اور تخمین و گمان پر ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ــــ!"

کہ "گمان کی بہت سی اقسام سے بچو، کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔" (سورۃ حجرات)

اس خاتون کے آزاد اور لاوارث ہونے کی دلیل یہ ہے کہ مدتِ رضاعت گزارنے کے لیے اسے ایک انصاری شخص کے حوالے کر دیا گیا۔ اصل الفاظ یہ ہیں:

"فَقَالَ: "إِذًا لَا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيرًا لَيْسَ لَهُ مَنْ يُرْضِعُهُ؟ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ إِلَيَّ رَضَاعُهُ يَا نَبِيَّ اللهِ فَقَالَ: فَرَجَمَهَا"

لیکن افسوس کہ حضرت غامدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آزاد، یعنی آوارہ ثابت کرنے کا خیال اتنا غالب تھا کہ اسی صحیح مسلم اور ابوداؤد میں، جس کا حوالہ بار بار رسالہ تدبر، میں دیا گیا، یہ الفاظ نگاہ سے اوجھل ہو گئے:

"فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ اَصَبْتُ حَدًّا، فَاَقِمْهُ عَلَيَّ فَدَعَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا، فَقَالَ اَحْسِنْ اِلَيْهَا فَاِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا، فَفَعَلَ"

(صحیح مسلم مع شرح النووی جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۵ کتاب الحدود)

یعنی "اس عورت نے کہا: "اے اللہ کے نبیؐ میں حد کی سزاوار ہو گئی ہوں، تو آپؐ اس کو مجھ پر جاری کیجئے!" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا اور فرمایا، "اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور جب وضع حمل ہو جائے تو اس کو میرے پاس لے آؤ!" تو اس نے ایسا ہی کیا۔"

ان الفاظ سے معلوم ہوا کہ اس خاتون کا کوئی نہ کوئی ولی موجود تھا جس کو آپؐ نے اس خاتون کی سرپرستی کے لیے بلایا، اور اسے حسنِ سلوک کی تاکید کی، اب جس روایت میں "رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ" ہے اس سے بھی یہی ولی مراد ہوگا۔ جس کا بیان مذکورہ بالا روایت میں ہے۔ اب دونوں روایتوں میں تعارض کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اب خود سوچا جائے کہ کہاں قیاس آرائی پر مبنی جملہ "معلوم ہوتا ہے" اور کہاں مذکورہ بالا حدیث کی واضح عبارت؟ ——— کیا ایسی خاتون کو، جو خود اپنے اوپر بہ اصرار زنا کی حد یعنی سزائے رجم، جاری کرانے پر مُصر ہو جاتی ہے۔ اور جس کی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور دورانِ رجم خون کے چھینٹے پڑنے پر، جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے بُرا بھلا کہا، تو آپؐ نے انہیں سختی سے منع فرمایا، آپؐ کے الفاظ یہ ہیں:

"مَهْلًا يَا خَالِدُ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ

تَوْبَةً ، لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا ، وَ دُفِنَتْ » (جلد ۱۱ ، ص ۲۰۳)

یعنی "اے خالدؓ" نرمی برتو! قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز محصول وصول کرنے والا بھی ایسی توبہ کرتا، تو اس کی بھی بخشش ہو جاتی"۔ پھر آپؐ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا اور اس پر نمازِ جنازہ ادا کی، اور پھر وہ دفن کی گئی۔"

کیا اب چودہ سو سال کے بعد، اس کو آزاد پیشہ کرانے والی قرار دینا، قذف کے زمرے میں نہیں آتا؟ بالکل اسی قسم کی صورت حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نظر آتی ہے۔ کہ ان کو بد خصلت گنڈا ثابت کرنے کا خیال اتنا غالب رہا کہ "يَنِبُّ نَبِيبَ التَّيْسِ" کے الفاظ تو پیش نظر رہے، اور یہ تکلف ان الفاظ کو حضرت ماعز رضی اللہ عنہ پر چسپاں کر دیا گیا، لیکن خود ان کے قبیلے کے لوگوں کا بیان لائقِ توجہ نہ رہا، اور نہ اس پر اعتماد کیا جا سکا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلے والوں سے دریافت فرمایا تو انہوں نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا:

"مَا نَعْلَمُ إِلَّا وَفِيَّ الْعَقْلِ مِنْ صَالِحِينَا"

"ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہمیں یہی معلوم ہے کہ وہ عقل سے بھرپور ہے اور ہمارے نیک لوگوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔"

(صحیح مسلم جلد ۱۱، ص ۲۰۳)

(جاری ہے)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ تعمیل ممکن نہ ہوگی
محدث خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب دیں، شکریہ ——— !
(مینیجر)